اکائی 3 تخلیق اور تنقید کا رشتہ

ساخت

3.1 اغراض ومقاصد

3.2 تمہید

3.3 تخلیق وتنقید کا رشتہ

3.4 ماحصل

3.5 آپ نے کیا سیکھا

3.6 اپنا امتحان خود لیجیے

3.7 فرہنگ

3.8 کتب برائے مطالعہ

3.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

- تخلیق اور تنقید کے رشتے کی وضاحت کر سکیں گے۔
- تخلیق اور تنقید میں یکسانیت اور اختلاف کی صورتوں سے آشنا کر سکیں گے۔
- تخلیق وتنقید میں اولیت کے مسئلے کے بارے میں اطلاعات حاصل کر سکیں گے۔
- تخلیق وتنقید کے بنیادی عناصر کو تفصیلاً بیان کر سکیں گے۔
- تخلیق کار نقاد اور ناقد محض کے تنقیدی رویے کی انفرادیت اور امتیازات کی وضاحت کر سکیں گے۔

3.2 تمہید

گذشتہ اسباق میں آپ تنقید کے مفہوم، طریق کار اور اس کی اہمیت وافادیت کے بارے میں تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔ سبق ہذا میں ہم تنقید کے بنیادی مباحث سے وابستہ ایک اہم پہلو کے سلسلے میں تفصیل سے بات کریں گے۔ وہ پہلو ہے تخلیق اور تنقید کے مابین باہمی ربط یا رشتہ۔ دراصل یہ سوال زمانۂ دراز سے ہوتا رہا ہے اور ہمارے علمائے ادب نے اس سلسلے میں کافی مباحث بھی کی ہیں۔ اتنی بات تو ہم سب پر واضح ہے کہ تخلیق کے لیے بھی کہیں نہ کہیں تنقیدی شعور کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح تنقیدی شعور فن کے رموز اور زندگی کے ادب

آداب سے واقفیت کے بغیر اپنے اندر گہرائی و گیرائی نہیں پیدا کرسکتا ہے۔ بنیادی طور پر تخلیق وتنقید کے باہمی روابط تخلیقی مراحل سے منسلک ہیں۔ جیسا کہ بعض ماہرین فن نے کہا بھی ہے کہ تنقید کا عمل اسی وقت شروع ہوجاتا ہے جب تخلیق کار کسی ادب پارے کی تشکیل، وجدانی یا ذہنی طور پر کررہا ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم اس موضوع سے متعلق کچھ اہم نکات پیش کررہے ہیں۔

3.3 تخلیق اور تنقید کا باہمی رشتہ

تخلیق اور تنقید میں کیا رشتہ ہے؟ یہ بحث قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے اور اس پر ہمارے ماہرین علم وادب نے روشنی بھی ڈالی ہے جن کے مباحث سے اس سلسلے میں کئی اہم باتیں معلوم کی جاسکتی ہیں۔ اس سلسلے میں بعض لوگوں نے تخلیق اور تنقید میں تخلیق کو اولیت دی ہے اور تنقید کو لائق اعتنا بھی نہیں سمجھا ہے۔ جبکہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تخلیق وتنقید ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں اور دونوں کو علاحدہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ایک طویل عرصے تک فنکار اور نقاد کے درمیان کوئی فرق نہیں تھا بلکہ دونوں کا تصور ایک ساتھ ذہن میں آتا تھا۔ اس تصور کا اپنا جواز ہے کیونکہ فنکار زندگی کے داخلی اور خارجی واقعات وواردات کے جس حقیقی شعور کے سہارے اپنی تحریر کے خاکے میں رنگ بھرتا ہے نقاد کے لیے بھی وہ حقیقی شعور ضروری ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتو فن پارے میں زندگی کی جو نمائندگی ہوگی نقاد اس تک رسائی نہیں حاصل کرسکے گا اور نہ ہی اس کا مکمل احاطہ ہی کرسکے گا۔ وحید اختر لکھتے ہیں:

> ''ہماری زبان میں شاعر اور نقاد دو الگ الگ شخصیتیں مانی جاتی ہیں۔ تخلیق اور تنقید کو جداگانہ افراد کے سپرد کرنے کا رواج اس وقت سے ہوا، جب کچھ علمائے ادب نے بطور خود ادب وشعر کی رہنمائی، فنکاروں کی تعلیم، شعوری تربیت اور اصلاح کا فرض اپنے اوپر عائد کرلیا اور گروہِ شعرا نے ان حضرات کے مطالعے سے مرعوب ہوکر احساسِ کمتری کے ہاتھوں، اپنے آپ کو نقادوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا۔ اردو میں یہ صورت حال ہمیشہ سے نہ تھی، ہمارے اساتذہ نے تذکروں کی شکل میں تنقید کی داغ بیل خود ہی ڈالی تھی۔... تخلیقی فن کاروں کی لکھی ہوئی علمی کتابیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ تنقیدی نظریات کے سرچشمے بھی تخلیقی ذہنوں سے پھوٹتے رہے ہیں۔''

مجنوں گورکھپوری اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''تخلیق اور تنقید دونوں کو ایک ہی قوت کے دو مظاہر سمجھا جاتا تھا۔ شاعری کے دائرے میں اگر بحث کو محدود رکھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ شاعر کا نقّاد اور نقّاد کا شاعر ہونا لازمی تھا جب شاعر ''تحسینِ ناشناس'' اور ''سکوتِ سخن شناس'' کا

ذکر کرتا تھا تو اس کا مطلب یہی ہوتا تھا کہ اصلی نقاد خود بھی شاعر ہوتا ہے یہ
دوسری بات ہے کہ وہ شعر نہ کہتا ہو۔''

اسی طرح محمد جلال الدین اپنے مضمون ''تنقید'' میں لکھتے ہیں:

''حقیقی تنقید ایک طرح کے تخلیقی ادب کے زمرے میں داخل کی جاسکتی ہے
کیونکہ یہ بھی اپنا مواد شاعری کی طرح زندگی ہی سے حاصل کرتی ہے''۔

تنقید اور تخلیق کے باہمی رشتے کے تعلق سے ایک پہلو یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ پہلی چیز تخلیق ہے اور تنقید کا نمبر اس کے بعد آتا ہے۔ یعنی پہلے تخلیق وجود پذیر ہوتی ہے اور پھر اس تخلیق کے تعلق سے تنقید کا وجود عمل میں آتا ہے۔ ناظر کاکوروی لکھتے ہیں:

''دنیا میں تخلیق کا عمل تنقید سے پہلے کا کام ہے یہی وجہ ہے کہ ''ارسطو نے جب
المیہ کے بارے میں اپنی مشہور عالم رائے دی تھی تو اس نے اس دور کے اعلیٰ
درجے کے ڈرامہ نویسوں کی تخلیقات کو اپنے سامنے رکھا تھا۔''

حالانکہ یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ تنقید کا عمل تو اس وقت شروع ہوجاتا ہے جب تخلیق کار عمل تخلیق سے متعلق کوئی خیال ذہن میں لاتا ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ تنقیدی شعور کے بغیر کسی تخلیق کا ظہور پذیر ہونا ناممکن ہے۔

مشق 1

تنقید کے عمل میں تخلیق کو اولیت کیوں حاصل ہے؟ دو جملوں میں وضاحت کیجیے۔

تخلیقی فن پاروں کا جائزہ لینے کے بعد بھی یہ صورت واضح ہوتی ہے کہ فنکار نے کس طرح شعر یا نثر میں لفظوں کی نشست و برخاست یا روانی و تسلسل کا خیال رکھا ہے اور یہ عمل بغیر تنقیدی شعور کے انجام پذیر نہیں ہوسکتا ہے۔ تخلیق اور تنقید کے درمیان یہ انتہائی اہم اور گہرا ربط ہے جسے کسی طور پر بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ تنقیدی عمل اور نظر سے کام لیے بغیر کوئی بھی فن کار نہیں رہ سکتا ہے۔ اس بات کا امکان ضرور ہے کہ یہ عمل شعوری بھی ہوسکتا ہے اور لاشعوری بھی۔ تخلیق کار کا انتخاب موضوع، اس موضوع کو پیش کرنے کے لیے کسی خاص صنف کا انتخاب دراصل فنکار کے تنقیدی فکر کا واضح ثبوت ہے۔ انیسؔ کا مثنوی اور قصیدہ کو چھوڑ کر صنف مرثیہ کو اپنے خیالات کے اظہار کے لیے منتخب کرنا اسی تنقیدی شعور کا پیش خیمہ ہے۔ اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ ہر تخلیقی عمل کی ابتدا تنقید سے ہوتی ہے۔ کسی فنکار کا اپنے لیے موضوع منتخب کرنا، اس کے لیے ذہن میں ایک خاص نقشہ اور شکل

وصورت تیار کرنا، اسے ذہنی طور پر مرتب، منظّم اور مربوط کر کے پیش کرنا، کیا یہ تمام اعمال اس کے تنقیدی شعور سے وابستہ نہیں؟ یہی وجہ ہے کہ مولانا حالؔی نے ''آمد'' کے ساتھ ''آورد'' کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ فوری طور پر کوئی مضمون یا خیال شعر میں تو ڈھل سکتا ہے لیکن اسے مزید بہتر بنانے کے لیے شاعر کو اس پر غور وفکر کرنا ہوگا اور اس پر نظر کرنا ہوگا اور نظر ثانی یا غور وفکر کرنے کا یہ عمل تنقید سے جدا نہیں ہے۔ شعرا اور ادبا کا اپنی تحریروں میں ردو بدل کرنا، اسے نقائص وعیوب سے پاک کرنا، الفاظ کے دروبست میں تصحیح کرنا، دوسرا تیسرا مسودہ تیار کرنا اسی تنقیدی شعور اور تنقیدی عمل کا حصہ ہے۔ بے شک تخلیق کار وہ پہلا نقاد ہے جو اپنی تحریر پر تنقیدی نگاہ ڈالتا ہے۔ تاریخ میں ایسی مثالیں بھری پڑی ہیں جن سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ تخلیق اور تنقید میں انتہائی گہرا ربط ہے۔ دنیا کے عظیم ناول نگار ٹالسٹائی نے ''وار اینڈ پیس'' جیسا ضخیم ناول سات بار لکھا تھا۔ کیا یہ اس کے اندر کا نقاد نہیں تھا جس نے سات بار اس سے یہ ناول لکھوایا۔ اور تصحیح وترمیم کا یہ سلسلہ اس وقت تک چلتا رہا جب تک کہ اس نے ناول پریس میں چھپتے وقت بھی خاطر خواہ تبدیلی نہیں کر لی۔ اسی طرح دنیا بھر کے شاعروں، ادیبوں اور مصنفین کے جو مسودے محفوظ ہیں سب اسی نظریے کی تائید کرتے ہیں کہ تخلیق اور تنقید کا باہمی ربط انتہائی گہرا ہے اور کوئی بھی تخلیق تنقید کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی ہے۔ نجم الہدیٰ ''فنِ تنقید اور تنقیدی مضامین'' میں لکھتے ہیں:

> ''مفکرین اور ناقدین کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ اعلیٰ تخلیق بغیر تنقیدی شعور کے ممکن نہیں اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ ہر تخلیق میں تنقیدی شعور کارفرما ہوتا ہے۔''

پروفیسر نورالحسن نقوی ''فنِ تنقید اور اردو تنقید نگاری'' میں لکھتے ہیں:

> ''ادب میں تنقید کی کارفرمائی اسی وقت شروع ہو جاتی ہے جب فنکار کے ذہن میں کسی فن پارے کی داغ بیل پڑنے لگتی ہے گویا تخلیقی عمل کے ساتھ ساتھ تنقیدی عمل بھی شروع ہو جاتا ہے۔''

اس سلسلے میں کلیم الدین احمد کا یہ قول بھی اہم ہے:

> ''وہ جذبۂ تحقیق جو فن پاروں کو وجود میں لانے کا ذمہ دار ہے اور وہ شعور نقد و انتقاد جو فن پاروں کی تعین قدر کرتا ہے دونوں ہمارے اندر موجود ہیں اور یہ دونوں صلاحیتیں خلقی اور فطری ہیں۔ ان کی فطریت پر اعتراض خود زندگی کی فطرت پر اعتراض ہے۔''

اس سلسلے میں ماہرین علم و داب کی بحثوں میں یہ معاملہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ ارسطو کی کتاب بوطیقا تنقید کی ابتدائی کتاب مانی جاتی ہے اور وہ اس نے اوڈیسی اور ایلیڈ جیسے شاہکار فن پاروں کو سامنے رکھ کر تحریر کی تھی۔ گویا ارسطو کی اعلی درجے کی تنقید کے لیے اوڈیسی اور ایلیڈ جیسے شاہکار فن پارے ضروری تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تخلیق کا عمل تنقید کے عمل سے پہلے ہے لیکن یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ تخلیق جس شکل میں سامنے آئی

ہے اس میں فنکار کا تنقیدی شعور کام کر رہا تھا جبکہ ناقد کے تخلیقی شعور نے اس فن پارے کو اپنی سطح پر پرکھ کر تنقیدی عمل انجام دیا ہے۔ اسی لیے علماء نے نقاد کے لیے بھی تمام طرح کے علوم وفنون سے آگاہ اور زندگی کے تمام رنگوں کے گہرے مشاہدے اور تجربے رکھنے والا ہونے کی شرط لگائی ہے تاکہ وہ فنکار کی اس دنیا کو کما حقہ سمجھ سکے جو اس نے خلق کی ہے اور اگر تنقید نگار یہ کام کرنے میں کامیاب ہوتا ہے تو پھر اس کی رائے تخلیقی درجہ پالیتی ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے اپنے ایک مضمون ''تنقید نگاری'' میں وضاحت کی ہے:

''تنقید خود تخلیقی ادب کی ایک شاخ ہے اور تنقید کو تخلیقی ادب کے تحت شمار نہ کرنا بہت بڑی زیادتی ہے اس میں کون سی بات ایسی ہوتی ہے جس کو تخلیقی نہیں کہا جاسکتا؟ کسی تخلیقی شاہکار کے متعلق نقاد کا کچھ کہنا بذاتِ خود ایک تخلیق ہے۔''

جبکہ ڈاکٹر محمد احسن فاروقی نے اپنے مضمون ''فن تنقید'' میں لکھا:

''تنقید کے فن کار کے لیے تمام علومِ تنقید سے واقفیت ضروری ہے''۔

مشق 2

تخلیق تنقید کے بغیر وجود میں کیوں نہیں آسکتی؟

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی نے ناقد کے لیے سبھی علوم تنقید سے واقفیت کے ساتھ ساتھ فنّی شعور سے آشنائی کو بھی لازم قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''فنّی شعور اور تنقیدی شعور ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ ہر بڑا فنکار تنقیدی شعور بھی ضرور رکھتا ہے۔ وہ زندگی کا مبصر ہوتا ہے اور اپنے طریقہ پر زندگی کی تشکیل سے اس کے شعور کا صاف پتہ لگتا ہے۔ ہمارے میر، غالب، میر انیس، اقبال سب کے ہاں اعلیٰ تنقیدی شعور کا ثبوت ملتا ہے۔''

تخلیق وتنقید کا رشتہ سمجھنے کے لیے ادب اور زندگی کا رشتہ بھی سمجھنا ہوگا۔ ادب اور زندگی میں گہرا ربط ہے اور تخلیقی ادب زندگی کے متعدد رنگوں کا آئینہ ہوتا ہے جسے تخلیقی سطح پر زندگی کی تشریح کا عمل بھی کہا جاسکتا ہے۔ تخلیق کار یا فن کار زندگی کے رموز سے آگہی حاصل کرتا ہے اور ایک فن پارہ تحریر کرتا ہے۔ نقاد اس فن پارے کے تناظر میں اپنے تجربے اور مشاہدے کے ذریعے اس میں پیش کردہ زندگی کا ازسرنو مطالعہ کرتا ہے اور پھر اس کی تشریح وتعبیر پیش کرتا ہے جسے زندگی کی تشریح کا ازسرنو عمل بھی کہا جاسکتا ہے۔ نقاد کی اس تشریح وتعبیر سے نئے فکر اور نظریات فروغ پاتے ہیں اور اسی کے سبب مختلف دبستان تنقید بھی وجود میں آتے ہیں۔ علامہ نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:

''ادبیات میں سب سے زیادہ بلند چیز تخلیقی ادب Creative Literature ہے، جس سے مراد زندگی کی تشریح ہے۔ اس لیے ایک بلند انتقاد کا صحیح مدعا یہ ہونا چاہیئے کہ ادبیات کی تمام ان صورتوں پر غور کرے جن کے ذریعہ سے زندگی کی تشریح کی جاتی ہے۔''

ولیم ہنری ہڈسن نے اس نکتے کی طرف واضح اشارے کیے ہیں۔ وہ کہتا ہے:

''وہ ادب جو زندگی سے بالراست بحث کرتا ہے اور وہ ادب جو ادب سے بحث کرتا ہے، ان دونوں کا بنیادی فرق اگرچہ بادی النظر میں بنیادی نظر آتا ہے لیکن دراصل یہ فرق مصنوعی ہے۔ ہمیں زندگی میں جن جن چیزوں سے دلچسپی ہوتی ہے ان ہی سے ادب کا خمیر اٹھتا ہے لیکن شخصیت کا شمار زندگی کی اہم ترین حقیقتوں میں ہوتا ہے اور یہ ہمارے لیے دلچسپ ترین شے ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ نقاد جو کسی بڑے ادیب کی اس شخصیت کی تفسیر کرے جو اس کی تصنیف میں جلوہ گر ہوتی ہے اور اس تصنیف کی تفسیر کرے جو مصنف کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے تو وہ بھی دراصل زندگی سے اسی طرح بحث کرتا ہے جس طرح وہ شاعر یا ڈراما نگار کرتا ہے جس کی تحریریں اس کے مطالعے کا موضوع ہوتی ہیں۔... حقیقی تنقید بھی زندگی سے مواد اور تاثر حاصل کرتی ہے اور وہ بھی اپنے طور پر اسی طرح تخلیقی ہے۔''

پروفیسر اسلوب احمد انصاری نے تخلیق و تنقید کے تعلق سے وقیع مضمون تحریر کیا ہے۔ اپنے مضمون میں وہ لکھتے ہیں:

''یہ نتیجہ نکالنے میں ہمیں جھجک نہیں ہونی چاہیے کہ تنقید بھی ایک تخلیقی عمل ہے، اگرچہ نسبتاً کم تر درجے کا۔ لیکن قطع نظر اس سے کہ تنقید نگاری کے لیے بھی کم و بیش انہی صلاحیتوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، جن کے فنی کارنامے رہین منت ہیں، اور وہ بھی انسانی ادراک کی اسی طرح توسیع کرتی ہے، جس طرح شاعر، ادیب، مصور، مغنی اور سنگ تراش کرتے ہیں۔ ادبی تنقید کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ فن کار اور اس کے مخاطبین کے درمیان رابطہ کرنے کی سب سے موثر، قابلِ اعتبار اور قابلِ وقعت تدبیر ہے۔ اعلیٰ فن کار جن نازک اشاروں، جن لطیف استعاروں، جس معنی خیز ایجاز و اختصار، جس نوعی زرخیزی، جس اندرونی تخئیلی ارتباط اور جس سخت گیر تنظیم و تطابق سے کام لیتا ہے، وہ بسا اوقات عام قاری کے لیے ناقابل فہم ہوتا ہے۔ اور تاوقت یہ کہ نقاد ان تمام محاسن اور خوبیوں کو پڑھنے والوں کے لیے نمایاں نہ کرے، فنی کارنامہ

اپنے اصل مقصد یعنی ابلاغ کے حصول میں ناکام رہتا ہے۔''

یہاں تک وہ باتیں ہوئیں جن سے تخلیق وتنقید کے درمیان باہمی انسلاک وتعلقات کے پہلو روشن ہوتے ہیں۔ تاہم ادب میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو تخلیق اور تنقید کو دو جداشے تسلیم کرتا ہے۔ یعنی ان کو علاحدہ سمجھتا ہے۔ تاج پیامی لکھتے ہیں:

> تخلیق اور تنقید ایک دوسرے سے الگ دو مختلف صلاحیتیں اور مسائل ہیں۔ تخلیق کا تعلق زندگی سے ہے جبکہ تنقید کا تعلق تخلیق سے ہے۔ تخلیق کار کے سامنے سادہ کاغذ ہوتا ہے جس پر وہ زندگی کے تجربات اور مشاہدات سے حاصل شدہ احساسات اور جذبات کو پیش کرتا ہے جبکہ ایک تنقید نگار کے سامنے تخلیق ہوتی ہے جس میں پیش کردہ زندگی سے متعلق احساسات، جذبات اور خیالات کو وہ پرکھتا ہے، ان کی وضاحت کرتا ہے اور ان کی قدروں کا تعین کرتا ہے۔ ایک تخلیق کار زندگی کو اپنے نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے، اثر قبول کرتا ہے اور اس پر اپنی تخلیق کی عمارت کھڑی کرتا ہے جبکہ ایک ناقد اس تعمیر شدہ عمارت سے اثر پذیر ہوتا ہے اور اس کا اظہار کرتا ہے۔''

اس خیال سے اتفاق کرنے والے ایلیٹ کے اس نظریے سے اتفاق نہیں رکھتے کہ تخلیق وتنقید لازم وملزوم ہیں اور کسی شاعر کے اندر موجود ناقد جتنا بڑا ہوگا اس کی شاعری بھی اتنی ہی عظیم ہوگی۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ ایسے میں یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ اگر کوئی شخص تنقید نگار ہے تو وہ تخلیق کار بھی ہوگا یا پھر کوئی شخص جتنا بڑا نقاد ہوگا اسی درجے کا فنکار یا تخلیق کار بھی ہوگا۔ حالانکہ دنیا میں ایسے ادبا اور تنقید نگاروں کی ایک طویل فہرست ہے جو کبھی ناقدین کی صف میں شمار نہیں کیے گئے جبکہ وہ بڑے فن کار تھے یا پھر وہ نقاد تو بہت بڑے تھے مگر تخلیق سے انہیں واسطہ نہیں تھا۔ غالب، اقبال، کالی داس، ٹیگور، شیکسپیئر وغیرہ ایسے ہی تخلیق کار ہیں جن کا شمار ناقدین کی صف میں کبھی نہیں ہوا۔ اسی طرح ارسطو، ایف آر لیوس اور عبدالحق وغیرہ تنقید کے میدان کے اہم نام ہیں تاہم یہ سبھی تخلیق کار نہیں ہیں۔ تاج پیامی نے اس حوالے سے لکھا ہے:

> ''اگر ایلیٹ کے مفروضہ کو تسلیم کرلیا جائے تو جانسن (Johnson) اور حالی کو سب سے بڑا شاعر ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح ارسطو کو ہومر سے بڑا رزمیہ نگار اور اسکیلس اور سیفوکلس سے زیادہ بڑا ڈرامہ نگار ہونا چاہیے تھا کیونکہ ارسطو پہلا ناقد ہے جس نے ان کی تخلیقات کو سامنے رکھ کر تنقیدی اصول مرتب کیے اور اپنی کتاب کا نام Poetics (بوطیقا) رکھا۔ ارسطو ناقد تھا تخلیق کار نہیں۔''

بعض افراد نے تخلیق کو برتر ثابت کرنے کے سلسلے میں تنقید کے ساتھ زیادتی کا رخ بھی اپنایا ہے۔ ان کے نزدیک تنقید معمولی دماغوں کا کام ہے۔ جس عہد میں عمدہ تخلیقات لکھی جارہی ہوں اس عہد میں عمدہ تنقیدی

تخلیقات سامنے نہیں آسکتی۔تنقید اس دور میں پیدا ہوتی ہے جس میں تخلیقی پیداوار رک جاتی ہے۔اسی طرح یہ خیال بھی رکھتے ہیں کہ تنقید تخریبی عمل ہے اور ایک مذموم حرکت ہے جس کا مقصد دوسروں کی خامیاں تلاش کرنا اوران کی نکتہ چینی کرنا ہے۔اس تخریبی عمل کے سبب 'تخلیقی قوت' اور 'ذہنی اپج' کو نقصان پہنچتا ہے۔حالانکہ یہ بات جگ ظاہر ہے کہ تنقید تخلیق یا اُپج کو صدمہ نہیں پہنچاتی اور نہ ہی کسی کی ادبی وشعری کاوشوں کے سلسلے کو روکنا ہی تنقید کا مقصد ہے۔اسی طرح ایک ہی عہد میں تخلیق وتنقید دونوں مظاہر کی موجودگی کے سلسلے میں بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔شبلی اور حالی اردو کے اہم تخلیق کار اور ناقد گزرے ہیں۔یہ مثال بالکل سامنے کی ہے۔اس لیے تنقید اور تخلیق کے رشتے کے سلسلے میں اس طرح کی بے بنیاد باتوں پر خاص توجہ نہیں دی جاسکتی ہے۔بلاشبہ ایک ہی زمانے میں تخلیقی اور تنقیدی دونوں قوتوں کی کارفرمائی ممکن ہے۔یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ تنقید بذات خود تخلیقی ہونے کی حیثیت سے تخلیقی ادب سے بیر نہیں رکھ سکتی ہے بلکہ بسا اوقات تنقیدی تخلیق خود وہ کمال حاصل کرلیتی ہے کہ اسے ادبی دنیا میں بقائے دوام حاصل ہوجاتا ہے۔'محاسن کلام غالب' یا پھر 'مقدمۂ شعروشاعری' کی مثالیں ایسی ہیں جو اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ کبھی کبھی اعلیٰ تنقیدی تخلیق اپنی افادیت اور جامعیت کے لحاظ سے اس ادبی تخلیق سے بھی آگے بڑھ جاتی ہیں، جس سے متعلق وہ تنقید ہوتی ہے۔بقول خلیل الرب:

> ''چند اہم اور خاص پہلوؤں کے لحاظ سے تنقید، ادبی تخلیق سے زیادہ مہتم بالشان ہوتی ہے۔انسانی خالقیت کی جھلکیاں فن کار کے کارنامے میں ظاہر نہیں ہوتیں بلکہ نقاد کی پیداوار ہیں۔آرٹسٹ کی فن کاری اکثر مخفی اور غیر شعوری ہوتی ہے، نقاد اپنی فکر ونظر سے اسے اجاگر کرتا ہے۔نقاد نہ صرف ادبی محاسن کو جلا دیتا ہے بلکہ ان کی تخلیق بھی کرتا ہے اور اس طرح فن کار کی قوت تخئیل وتخلیق کے لیے نیا مواد فراہم ہوتا ہے۔''

اس حوالے سے ڈاکٹر سلیم اختر یہ قول بھی لائق توجہ ہے:

> ''تنقید تخلیق کے بعد جنم لیتی ہے لیکن تخلیق کا فکری مرتبہ متعین کرنے میں تنقید خود بھی تخلیق کا مرتبہ پاسکتی ہے بالکل اسی طرح جیسے اصول سازی سے تنقید فلسفے کی ہم پایہ ہوجاتی ہے۔''

گذشتہ صفحات میں جو اقوال اور ان سے متعلق تفصیلات پیش کی گئی ہیں ان سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ تخلیق اور تنقید کے درمیان مضبوط اور گہرا رشتہ ہے۔دونوں کا تعلق ادب سے ہے اور دونوں ہی اپنی سطح پر تخلیقی صنف کی حیثیت رکھتی ہیں۔البتہ یہ بات خاطر نشان رہے کہ وہ نقاد جو فن پارے کی تفہیم وتحسین یا ادب کے نظری اور عملی تنقید سے واسطہ رکھتے ہیں وہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔پہلا نمبر ان ناقدین کا ہے جو خود فنکار ہیں اور تنقید کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں۔دوسرے ناقدین وہ ہیں جو بطور تخلیق کار اپنی پہچان نہیں رکھتے؛ یعنی وہ شاعر، ناول نگار، ڈراما نگار یا افسانہ نویس نہیں ہوتے لیکن ان اصناف میں تحریر کیے گئے ادب پاروں کی تفہیم وتنقید سے معاملہ

کرتے ہیں۔ ان دوطرح کے ناقدین کے تنقیدی رویے میں کچھ باتیں یکساں ہوتی ہیں تاہم کچھ جگہوں پر ضروری فرق وامتیاز بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ فنکار کا تنقیدی شعور اور نقاد کی فنی بصیرت دونوں کی دو الگ الگ سطحیں ہوتی ہیں۔ فنکار کا تنقیدی عمل تخلیق کے وجود میں آنے سے پہلے اس کے شعور کا حصہ ہوتا ہے اور وہی تنقیدی شعور اس تحریر کے اس ہیئت میں آنے کی راہ بھی ہموار کرتا ہے اور اس کے لیے جواز بھی فراہم کرتا ہے۔ بلاشبہ بیشتر اچھے فنکاروں کا فن سے متعلق اپنا وژن بہت واضح ہوتا ہے۔ انہیں فن کی خوبیوں اور خامیوں کا علم ہوتا ہے۔ اساتذۂ فن کہے جانے والے فنکاروں کی تخلیقات سے آگاہی ہوتی ہے اور بہت حد تک یہ علم بھی ہوتا ہے کہ وہ عوامل کیا ہیں جو کسی تحریر کو فن پارہ بنا سکتے ہیں اور وہ وجوہات کیا ہیں جو کسی تخلیق سے قاری کو دور کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ فنکار کا تنقیدی عمل خالص نقاد کے رویے جیسا نہیں ہوتا اور نہ ہی فنکار مکمل طور پر ان تمام عناصر کو استعمال کرتا ہے جو تنقید کے لازمی عناصر ہوتے ہیں یا جن کا استعمال ایک ناقد، فنکاروں کی تخلیقات کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنے پیش نظر رکھتا ہے۔ جہاں ایک نقاد تخلیقات کا عملاً تجزیہ اور تبصرہ کرنے میں زیادہ ماہر ہوتا ہے اور اس کے یہاں بقول آرنلڈ ایک مقدس سنجیدگی پائی جاتی ہے، وہیں فنکار اپنے فن کے اصول اور اسالیب کا غیر شعوری احساس رکھتا ہے جو اس کی تخلیقی کوششوں میں بلا ارادہ کام کرتا رہتا ہے۔ کبھی کبھی یہ دونوں چیزیں ایک ہی شخص کے یہاں مل جاتی ہیں اور ایسے فنکار جنہیں تنقید کی مقدس سنجیدگی بھی حاصل ہوتی ہے، ان کی تنقیدی تحریریں ایک الگ احساس فراہم کرتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فنکار بیک وقت کئی شخصیتوں کی واحد اکائی ہوتا ہے جبکہ ناقد کے ساتھ یہ صورت حال نہیں ہوتی۔ اسی لیے جب فنکار اپنے فن کے بارے میں گفتگو کرتا ہے تو اس کی باتیں فن کے اسرار و رموز سے پردے اٹھاتی ہیں۔ جس فارم کا وہ فنکار ہے اس سے متعلق اس کے نظریات آئندہ نسلوں کے لیے رہنما اصول بنتے ہیں اور اس کی دکھائی گئی شاہراہ پر چل کر لاکھوں فنکاروں کی شمعیں روشن ہوتی ہیں۔

مشق 3

''ادب زندگی کا آئینہ ہوتا'' اس قول کی وضاحت کیجیے۔

اسی لیے کسی فن سے متعلق اس فن کو سنوارنے اور سجانے کا عمل انجام دینے والے فن کاروں کی باتیں لائق مطالعہ ہوا کرتی ہیں کہ عملی طور پر وہی اس سے معاملہ رکھتے ہیں۔ مگر یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ناقد محض کا مرتبہ فنکار نقادوں سے کسی طور پر کم نہیں ہے کیونکہ فن پارے کے تمام اسرار و رموز تک پہنچنے کے لیے اسے بھی انہی

راستوں سے گزرنا پڑتا ہے جس پر چل کر فنکار نے اپنی تحریر پیش کی ہوتی ہے۔ڈاکٹر نجم الہدی نے بجا فرمایا ہے:

''میتھیو آرنلڈ نے ادب کو''نقد حیات'' کہا ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ تخلیقی
ادب زندگی کی تزئینِ نو کی کوشش ہے، اسی طرح تنقید ادب وفن کی تزئین
نو کا نام ہے۔تنقید عروس ادب وفن کی مشاطگی کا کام انجام دیتی ہے''

الغرض یہ کہ تنقید کی اہمیت اور اس کا تعین قدر کرتے ہوئے ہمیشہ تنقید کو تخلیق کے حوالے سے سمجھا جاتا ہے۔جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تنقید کی اہمیت تخلیق کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔تنقید اور تخلیق کا رشتہ ہمیشہ ہی جوڑا جاتا رہا ہے۔دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم قرار دیا جاتا رہا ہے۔دونوں کے مابین ایک وجودیاتی رشتہ کی بات ہوتی رہی ہے۔ڈاکٹر ناصر عباس نیّر نے اپنی کتاب جدید اور مابعد جدید تنقید میں اس حوالے سے فکر آمیز گفتگو کی ہے جس سے بنیادی طور پر یہ بات نکل کر سامنے آتی ہے کہ تنقید کا کردار متعین کرنے کے لیے جب تنقید کو تخلیق کے زاویے سے سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے تو تین قسم کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔پہلی صورت یہ ہے کہ تنقید تخلیق سے کم تر ہے۔دوسری صورت یہ ہے کہ تنقید تخلیق کی معاون ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ تنقید اور تخلیق دونوں ہم پلہ اصناف ادب ہیں۔پہلی صورت میں تنقید کی کوئی الگ شناخت نہیں نظر آتی کیونکہ تنقید کو تخلیق سے کم تر ماننے والوں کے نزدیک تنقیدی ادب کی بنیاد ہی تخلیقی ادب پر ہوتی ہے۔اگر تخلیقی ادب نہ ہو تو تنقیدی ادب کا وجود ناممکن ہے۔اس تصور کے ہم خیال لوگ تخلیق کو اول اور تنقید کو ثانوی درجہ دیتے ہیں۔دوسری صورت میں تنقید تخلیق کی معاون قرار پاتی ہے۔یہاں اس کے سماجی مرتبے میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ فن پارے کی تشریح و توضیح سے بڑھ کر اس کا تجزیہ بھی کرتی ہے تاہم اس صورت میں بھی اس کی حیثیت تخلیق سے کم تر ہوتی ہے اور تنقید تخلیق کی رہین منت ہی ہوتی ہے۔تیسری صورت میں تنقید کا کام تخلیق کی تعبیر کرنا ہے۔اس صورت میں تنقید اعلیٰ مقام پر فائز نظر آتی ہے اور اسے تخلیق کے ہم پلہ تصور کیا جاتا ہے۔اس کے باوجود اس کی اپنی شناخت بن نہیں پاتی بلکہ وہ تخلیق کی مرہون منت ہی نظر آتی ہے۔البتہ جب تنقید کو تخلیق سے جدا کر کے دیکھا جاتا ہے تو پھر اولیت یا ثانویت کا سوال برقرار نہیں رہ پاتا۔اور بقول ناصر عباس نیر:

''ایک جداگانہ ڈسپلن کا درجہ حاصل کر لینے سے تنقید تخلیق سے الگ نہیں ہو جاتی۔
صرف یہ ہوتا ہے کہ تنقید اپنے منصب اور ماہیت کے تعین کے لیے تخلیق کے نظام
اقدار کی دست نگر نہیں ہوتی۔آزاد ڈسپلن کا درجہ حاصل کر لینے کے باوجود تنقید
تخلیق سے برابر ہم رشتہ رہتی ہے، مگر اب تنقید کا تخلیق سے رشتہ بدل جاتا ہے۔''

اس سلسلے میں یہ بات زیادہ دل کو بھلی لگتی ہے کہ چونکہ تنقید بھی تخلیقی عمل ہے یا از سر نو تخلیق کا نام ہے۔اسی لیے کسی کو کسی پر اولیت دینا مناسب نہیں ہے۔تخلیق کار اور ناقد دونوں ہی اپنی جگہ اہم ہیں اور دونوں کے درمیان گہرا ربط پایا جاتا ہے۔

3.4 ماحصل

گذشتہ اوراق میں بیان کردہ تفصیلی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تخلیق وتنقید ساتھ ساتھ محوسفر ہوتے ہیں اور دونوں کے درمیان گہرا رشتہ ہے۔ دونوں میں سے کسی کو کسی پر اولیت دینے کی بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو کسی پر فوقیت دی جاسکتی ہے۔ تخلیق میں تنقید مضمر ہوتی ہے اور تنقید اپنا ہیولی اسی تخلیق کے سہارے تیار کرتی ہے۔ ارسطو نے ہومر کی نظمیں دیکھیں اور بوطیقا مرتب کی، عربی نقاد قدامہ بن جعفر نے نقد الشعر لکھی تو بنیادی محور ومرکز عرب شعرا کے کلام کو بنایا۔ ہمارے یہاں تنقید کا آغاز ہوا تو اولین دور میں فنکاروں نے ہی تنقیدی کارنامے بھی انجام دیے۔ تخلیق وتنقید کے رشتے کے سلسلے میں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ادب اور زندگی میں گہرا ربط ہے اور تخلیقی ادب زندگی کے متعدد رنگوں کا آئینہ ہوتا ہے جسے تخلیقی سطح پر زندگی کی تشریح کا عمل بھی کہا جاسکتا ہے۔ تخلیق کار یا فن کار زندگی کے رموز سے آگہی حاصل کرتا ہے اور ایک فن پارہ تحریر کرتا ہے۔ نقاد اس فن پارے کے تناظر میں اپنے تجربے اور مشاہدے کے ذریعے اس میں پیش کردہ زندگی کا از سر نو مطالعہ کرتا ہے اور پھر اس کی تشریح وتعبیر پیش کرتا ہے جسے زندگی کی تشریح کا از سر نو عمل بھی کہا جاسکتا ہے۔ نقاد کی اس تشریح وتعبیر سے نئے فکر اور نظریات فروغ پاتے ہیں۔ آخر میں یہ بات یاد رکھیں کہ بقول عبادت بریلوی 'بہر حال تنقید کسی زمانے میں تخلیق سے علاحدہ نہیں رہی، فن کار اور عوام دونوں کے لیے اس سے کام لینا ناگزیر تھا۔

3.5 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ نے

- تخلیق وتنقید کے باہمی رشتے سے واقفیت حاصل کی۔
- تخلیق وتنقید میں اولیت کسے حاصل ہے؟ اس سلسلے میں معلومات حاصل کی۔
- تخلیق وتنقید کے مابین رشتے کے بنیادی عناصر سے آگاہی حاصل کی۔
- ناقد محض اور تخلیق کار ناقد کی انفرادیت سے آشنائی حاصل کی۔
- تخلیق اور تنقید میں کون زیادہ اہم ہے، اس سلسلے میں واقفیت حاصل کی۔

3.6 اپنا امتحان خود لیجیے

1 تخلیق کار تنقید سے کس مرحلے میں وابستہ ہوتا ہے؟

---

2 شعرا یا ادبا کے تنقیدی شعور اور تنقیدی عمل کے عناصر بتائیے۔

---

3 ارسطو نے اپنی کتاب 'بوطیقا' کن شاہکار فن پاروں کو سامنے رکھ کر لکھی تھی؟

---

4 پروفیسر اسلوب احمد انصاری نے تنقید و تخلیق کی آپسی رشتے سے متعلق کیا نظریہ پیش کیا ہے؟

---

5 تخلیق کار نقاد اور ناقد محض کے تنقیدی رویے میں فرق و امتیاز بتائیے۔

---

6 ڈاکٹر ناصر عباس نیر نے تخلیق و تنقید کے آپسی رشتے کی بحث میں کون سا تصور پیش کیا ہے؟

3.7 فرہنگ

وجدانی	:	جس کا ادراک وجدان سے ہو، فطری، الہامی
لائق اعتنا	:	قابل توجہ، لائق خیال
مربوط	:	ربط کیا گیا، وابستہ، پیوستہ، بندھا ہوا، لگا ہوا، لگایا گیا،
داغ بیل	:	بنیاد، نیو، بنیاد یا تقسیم کا خاکہ، تقسیم کا نشان جو علامت کے طور پر لگایا جائے
خلقی	:	جبلی، فطری، پیدائشی، طبعی
انتقاد	:	نقد و نظر، تنقید، نکتہ چینی، پرکھ
مخاطبین	:	وہ لوگ جن سے خطاب یا گفتگو کی جائے
انسلاک	:	وابستگی، منسلک ہونا
تخئیل	:	کسی کو کسی بات کا خیال دلانا، خیال یا تصور کرنے کا عمل، خیال
مشاطگی	:	مشاطہ کا فن، کام یا پیشہ، بنانا، سنوارنا، بناؤ، سنگھار

3.8 کتب برائے مطالعہ

1	عبادت بریلوی	:	اردو تنقید کا ارتقاء، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 1987ء
2	حامدی کاشمیری (مرتبہ)	:	اردو تنقید: منتخب مقالات، ساہتیہ اکادمی، دہلی، 1997ء
3	نجم الہدیٰ	:	فن تنقید اور تنقیدی مضامین، کتاب منزل، پٹنہ، 1989ء
4	اسلوب احمد انصاری	:	ادب اور تنقید، سنگم پبلشنگ ہاؤس، الہ آباد، 1968ء
5	سیّد احتشام حسین (مرتبہ)	:	تنقیدی نظریات (حصہ اول و دوم)، 2009ء